"شادی کی قدیم مسلم روایات کی اسیر عورتوں کے بارے ... ایک دلچسپ اور روایت شکن ناول"

# اُداسی کی رُت

علی غالم

# اداسی کی رُت

علی عالم

مترجم- قاضی جاوید

مشعل

آر-بی 5 ‘ سیکنڈ فلور‘ عوامی کمپلیکس

عثمان بلاک‘ نیو گارڈن ٹاؤن‘ لاہور54600 ‘ پاکستان

MashalBooks.com

MashalBooks.com

# انتساب

میں ان تمام لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے مجھے روشنی کی راہ دکھائی اور اس کتاب کے لکھنے کے قابل بنایا۔

ماں کے نام جس کا انتقال اس وقت ہوا جب میری عمر صرف چند ماہ تھی۔

کزن، بھائی اور اپنے پورے خاندان کے نام۔

ان تمام لوگوں کے نام جو ان تضادات کا شکار ہوتے ہیں۔

MashalBooks.com

# پیش لفظ

عرب معاشرے میں عورت جس دکھ اور اذیت سے گذر رہی ہے اس کا اظہار عرب ادب میں اب پوری طرح سے ہو رہا ہے۔ ناول، کہانی، افسانہ، شاعری اور تحقیقی مقالات میں عورت اور سماج سے متعلق رشتوں پر ادیب و شاعر اور محقق تفصیل سے لکھ رہے ہیں۔ خصوصیت سے نئی تعلیم یافتہ خواتین نے جب سے اس موضوع پر لکھنا شروع کیا ہے عورتوں کی تحریک کو اس سے ایک نئی تقویت ملی ہے کیونکہ جب عورتیں اپنی کہانی خود بیان کرتی ہیں تو ان کے شعور میں صدیوں کی دبی ہوئی اور کچلی ہوئی آوازیں ہوتی ہیں اور جب ان میں غم وغصہ دونوں مل جائیں تو ان کی آواز میں بڑی طاقت آ جاتی ہے۔

مرد نے عورت کو اس طرح سے پس ماندہ بنایا ہے اور اس کی سماجی حیثیت کو اس قدر کم کر دیا ہے کہ وہ دوسروں کی سرگرمیوں اور اس کی زندگی سے بالکل غائب ہو گئی ہے۔ پردہ نے عورت کو سماج سے کاٹ کر چار دیواری میں قید کر دیا ہے اور اس کی پوری زندگی سمٹ کر اس چار دیواری میں محدود ہو گئی اور وہ اس سے بے خبر ہو گئی کہ ان دیواروں کے پرے بھی ایک وسیع دنیا ہیا -- پھیلی ہوئی، محیط اور خوبصورت - دنیا سے بے خبری نے اسے کم علم بنا کر اس کے ذہن کو سکیڑ کر رکھ دیا، کیونکہ اس کے تجربات اس کے گھٹے ہوئے ماحول تک محدود ہو کر رہ گئے۔

جب اسے اس چار دیواری سے باہر نکلنے کی اجازت بھی ہوتی ہے تو اس شکل میں کہ وہ برقعہ اوڑھ کر یا اپنے جسم کو چادر سے چھپا کر باہر نکلے۔ جب وہ اس شکل میں مرد کی دنیا میں آتی ہے تو وہ ایک نہ نظر آنے والی، غائب مخلوق ہوتی ہے۔ کیونکہ اسے کوئی

MashalBooks.com

دیکھ نہیں سکتا، دنیا اس سے بے خبر ہوتی ہے، اور وہ کپڑوں میں لپٹی لپٹائی ان جانی مخلوق کی طرح گھومتی ہے جیسے کسی دوسرے سیارے کی کوئی مخلوق۔

پردہ اور برقعہ دونوں عورتوں کی شخصیت کو کچل کر رکھ دیتے ہیں۔ اس کی ابھرتی ہوئی شخصیت ان کے بوجھ تلے دب کر کچل دی جاتی ہے۔ اس میں حالات سے مقابلہ کرنے کی ہمت باقی نہیں رہتی اور وہ مردوں کی محتاج ہو کر رہ جاتی ہے۔ ان کی ہمت کی اور بہادری کی محتاج۔ اور یہی وہ مقصد ہے کہ جو مرد معاشرہ پورا کرنا چاہتا ہے۔ تحفظ اور سلامتی کی قیمت غلامی کی شکل میں وصول کی جاتی ہے، اور یہ تحفظ وسلامتی بھی عورت کو مرد کی شرائط پر ملتی ہے۔

اس لئے عرب معاشرہ میں عورت مرد کی محتاج ہے۔ باپ، بھائی، شوہر اور بیٹا یہ اس کے محافظ اور سرپرست ہوتے ہیں۔ اس کی اپنی کوئی زندگی نہیں ہوتی، وہ ان مردوں کی خواہشات کے مطابق اپنی زندگی ڈھالتی ہے۔ ان کی ضروریات کے مطابق اپنی عادتوں کی تشکیل کرتی ہے، بحیثیت عورت کے اس کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔

جب عورت کی صلاحیتوں اور توانائیوں کو اس طرح سے ختم کر دیا جائے تو پھر عورت کی ضرورت کس کام کے لئے باقی رہ جاتی ہے۔ صرف جنسی تسکین اور افزائش نسل کے لیے —— اس سے زیادہ عورت کی توہین اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس ذات کی پہچان کو ختم کر کے —— اور اسے انسان کے درجہ سے گرا کر اسے محض بچہ پیدا کرنے کا کام سپرد کر دیا جائے۔

عورت کے ساتھ یہی ایک المیہ ہے کہ اسے اپنی شخصیت اور ذات کو پہچاننے اور اسے ابھارنے کا کوئی موقع نہیں ملتا۔ باپ کے گھر میں وہ باپ اور بھائیوں کے تابع ہوتی ہے جب کہ اس کی ماں اسے غلامی کی روایات میں ڈھالنے کی تربیت دیتی ہے تا کہ سماج کی روایات کے مطابق وہ ایک کامیاب زندگی گزار سکے۔ شادی کے بعد وہ شوہر، ساس، نندوں اور شوہر کے رشتہ داروں میں گھر جاتی ہے جس کی وجہ سے شوہر اور بیوی کے درمیان رشتہ ابھرنے نہیں پاتا۔ اس کی اپنی کوئی دنیا بننے نہیں پاتی۔ اس کے اور شوہر کے درمیان ایک دیوار حائل رہتی ہے، اور شوہر و بیوی دونوں قریب ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے کے لئے اجنبی ہوتے ہیں۔

اگر عورت ان روایات سے بغاوت کی جرات کرے تو اس کی سزا بڑی بھیانک ہوتی ہے۔ اسے معاشرے سے کاٹ کر بے غیرت اور فحاشہ بنا کر زندہ درگور کر دیا جاتا ہے۔ اس کے لئے کوئی راستہ سوائے اس کے نہیں چھوڑا جاتا کہ وہ گھٹے ہوئے ماحول میں سسکتے ہوئے زندگی گزارے۔

جب عورت باشعور ہو جائے، اور وہ حالات کے ظلم کو سمجھ جائے تو پھر اس کے لئے کون سا راستہ ہوتا ہے۔ اس وقت جبکہ اس کی تمام راہوں کو محدود کر دیا جاتا ہے۔ تو پھر وہ بغاوت کرتی ہے، تمام نتائج سے بے پرواہ ہو کر، عورت کی یہ بغاوت اس میں غم وغصہ اور جذبات کی شدت کو پیدا کرتی ہے اور یہ وہ موقع ہوتا ہے کہ اس کی شخصیت کے چھپے ہوئے تمام پہلو ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ اس کی توانائی، طاقت اور خود اعتمادی جو اس کے اندر سوئی ہوئی ہوتی ہے وہ بیدار ہوتی ہے اور بغاوت عورت کی شخصیت کی نئے سرے سے تشکیل کرتی ہے، اس کو ابھارتی ہے، اسے سنوارتی ہے، اور خوبصورت بناتی ہے۔ بغاوت میں عورت کی نجات ہے۔ اور بغاوت ہی اس کے خوشگوار مستقبل کی ضمانت ہے۔

علی غالم کا یہ ناول اسی بغاوت کی راہ دکھاتا ہے۔

ڈاکٹر مبارک علی

لاہور 23 مئی 1990ء

فائزہ ٹیکسی کے شیشے سے باہر جھانک رہی تھی لیکن اس کا ذہن ابھی تک حمام میں پیش آنے والے واقعات میں الجھا ہوا تھا۔ چمکتی ہوئی دھوپ، گہرا نیلگوں آسمان، اس کا محبوب شہر اور نہ ہی بے پناہ ہجوم اس کی توجہ کو جذب کر سکا تھا۔ ٹیکسی رینگتی ہوئی ایک چوراہے میں رک گئی۔ گیلریز سے صرف دو قدموں کے فاصلے پر برقعوں میں چھپی ہوئی بوڑھی عورتیں ادھر ادھر گھوم کر سونے کے سمگل شدہ ہار اور انگوٹھیاں بیچ رہی تھیں۔ فائزہ کی نگاہیں دو نقاب پوش لڑکیوں پر جم گئیں۔ لگتا تھا کہ وہ جیولر کی کھڑکی سے چمٹی ہوئی ہیں تاکہ کوئی انہیں زیور منتخب کیے یا کم از کم اسے پسند کیے بغیر دھکا دے کر ہٹا نہ دے۔ فائزہ کو یہ دیکھ کر پہلے سے بھی زیادہ افسوس ہوا کہ جوان لڑکیاں برقع پہنے ہوئے ہیں۔ خیر ایک بات یقینی تھی اور وہ یہ کہ وہ خود کبھی برقع نہ پہنے گی۔ پردہ اسے عورتوں کا ماضی یاد دلاتا تھا اور وہ حال میں جینا چاہتی تھی۔ یوں چہرہ چھپا لینا اسے اچھا نہ لگتا تھا، چاہے وہ کبھی کبھار مفید ہی ہو۔ دو مردوں نے ہونے والی اس دلہن کو دیکھا تو پسندیدگی کی ادا سے مسکرا دیے۔ ٹریفک اور سڑک پر بے نیازی سے ٹہلنے والے لوگوں سے بچتے بچاتے ٹیکسی پھر چلنے لگی۔ ان لوگوں کے لیے ہارن بجائے جاتے ہیں لیکن وہ اکڑتے ہوئے سڑک پار کر جاتے ہیں۔ ایسے لوگ ہمیشہ تھوڑے سے جھگڑالو اور بے راہ رو ہوتے ہیں۔ فٹ پاتھ پر دھوپ چمک رہی تھی۔ چند بھکاری درختوں کے پاس دھرنا مارے یوں بیٹھے تھے جیسے وہ دھوپ میں اپنے مقدر کو سلا رہے ہوں۔

فائزہ ٹیکسی میں اپنے والدین کے پاس واپس جا رہی تھی۔ خوش باش باتونی عورتیں اس کے ساتھ بیٹھی تھیں لیکن اب وہ اس سے بے نیاز ہو کر اپنی گپوں میں مگن تھیں۔ اسے بیتے دن یاد آئے جب وہ اپنی ماں کے ساتھ حمام کو جایا کرتی تھی۔ گرمی، بھاپ،

MashalBooks.com

فربہ کولھوں اور درماندہ جسموں کے ساتھ ادھر ادھر گھومنے والی ننگ دھڑنگ عورتیں۔ دوشیزاؤں اور بچوں کے دلآویز بدن۔ مستقبل کی دلہنوں کا طواف کرتی ہوئی رشتے کرانے والیوں کی متلاشی نگاہیں اور جی بھر کر پانی سے کھیلنے کی یادیں اس کے ذہن میں گردش کرنے لگیں۔عورتیں رگڑ رگڑ کر بچوں کو صاف کرتیں اور پھر جلد کو نرم و نازک بنانے والی لونگ اور لیموں سے چوری چھپے بنائی ہوئی کریم لگاتیں۔ ہاں وہ خوشی کے دن بیت گئے تھے اور رلانے کو ان کی یادیں رہ گئی تھیں۔ فائزہ کے لمبے ریشمی بال ماں نے نہیں بلکہ دلہنوں کا بناؤ سنگھار کرنے والی ماہر بوڑھی عورت نے کھولے تھے۔ فائزہ کو سختی سے اپنی ٹانگوں میں جکڑ کر اس نے بڑی توجہ سے اس کے بال دھوئے تھے۔گرد و پیش کے شور، ہاؤ ہو، بچوں کے جھگڑوں، صابن اور سنگتروں کی میٹھی خوشبو سے فائزہ بے خود سی ہو گئی تھی۔لیکن وہ خفا بھی تھی۔ ماں اسے دیکھ کر مسکرائی۔اس کی آنکھوں میں کوئی الجھن تھی۔

''تم خوش تو ہو ناں بیٹی؟''

فائزہ کہیں اور کھوئی ہوئی تھی۔گرمی، بھاپ، تیز خوشبو اور صابن والے پانی سے اس کی نظریں دھندلا گئی تھیں۔ مشاطہ مستعدی سے اپنا کام جاری رکھے ہوئے تھی۔ فائزہ کے خیالوں سے بے نیاز وہ اس کی صفائی اور حسن پر توجہ دے رہی تھی۔اس نے فائزہ کے کپڑے اتار کر فرش پر رکھے اور اسے پیٹ کے بل لیٹنے کو کہا۔قدرے تذبذب کے بعد فائزہ نے یہ بات مان لی، بوڑھی عورت نے نہایت ملائمت سے اسے نہلایا۔ پیار سے اسے یوں تھپکا جیسے وہ اس کے کنوارے بدن کو انجانی مسرتوں سے آشنا کروانا چاہتی ہو۔

برہنہ اور پریشان فائزہ کا گرمی سے پہلے ہی دم گھٹ رہا تھا۔اس برتاؤ پر وہ جھنجھلا گئی۔اپنے اندر بغاوت اور غصے کی شدت پر اسے قدرے تعجب بھی ہوا۔ یہ منہ زور جذبے اس کے لیے بالکل انوکھے تھے۔ پہلے کبھی اس قدر شدت سے ان کا تجربہ نہ ہوا تھا۔ وہ مشاطہ پر چھینٹے اڑاتی ہوئی جلدی سے اٹھی۔لیکن مشاطہ کو اس بات کی پروا نہ تھی۔ وہ تو بس اس بات پر خوش تھی کہ اپنا کام اس نے اچھی طرح کر لیا ہے۔

''ہفتے کے روز یہ دوشیزہ عورت بن جائے گی۔ ہاں تمہارا حسن سب سے بڑھ کر ہو گا۔''

اس لمحے فائزہ نے ایک اجنبی نوجوان عورت کو دیکھا جو تعریف اور سنجیدگی کے

ملے جلے انداز میں اسے دیکھے جا رہی تھی۔ اس کی نظریں اس قدر تیز تھیں کہ فائزہ کو یوں لگا جیسے وہ اپنے جسم کے ہر حصے میں انہیں محسوس کر سکتی ہو۔ تب بوڑھی عورت کے تجربہ کار ہاتھوں نے اسے گیلے فرش پر لٹا دیا۔ اب بال صاف کرنے کی اذیت شروع ہوئی۔ ہاں اذیت۔ فائزہ کے لئے تو یہ لفظ بھی کافی نہ تھا۔ کنواریوں کو نہلانے والی بوڑھی عورت کو یہ کام ضروری اور بے ضرر لگتا تھا، لیکن فائزہ کے لئے اذیت سے کم نہ تھا۔ اس نے ہولے ہولے اس کی ٹانگوں، بازوؤں اور چہرے پر کریم ملی۔ وہ بھینچی ہوئی مٹھیوں، بند ہونٹوں اور سمٹے ہوئے پٹھوں کے ساتھ آنسو روکے بیٹھی رہی۔

اس نے گنگنانا شروع کر دیا تھا۔ لیکن فائزہ بوڑھی عورت کے برتاؤ پر اس قدر نالاں تھی کہ اس نے گیت پر کوئی توجہ نہ دی۔ آنسو روکنا اب زیادہ مشکل ہوتا جا رہا تھا۔ ماں قریب آئی۔

''اچھا اچھا بیٹی۔ بس اب یہ کام ختم ہونے کو ہے۔ یہ اتنی مصیبت بھی تو نہیں۔''

ماں نے ملائم سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''میری جان تم اس قدر خوبصورت ہو جاؤ گی۔''

بوڑھی عورت اپنے کام میں مگن تھی۔ اس نے بھویں درست کیں۔ اس کی ماں حمیرہ بھی مشاطہ کی طرح مطمئن دکھائی دیتی تھی۔ اس نے فائزہ کو اس کے کپڑے اور جوتے دیئے۔ دونوں عورتیں تالیاں بجا کر پسندیدگی کا اظہار کرنے لگیں۔

لیکن اب وہ ٹیکسی میں بیٹھی شہر سے گزر رہی تھی۔ اسے یوں لگتا تھا جیسے کوئی ان دیکھی قوت اسے کھینچ رہی ہو۔ جیسے وہ اپنے آدرشوں، خدشوں اور آشاؤں سے بے نیاز خواب میں چل رہی ہو۔ ٹیکسی میں بیٹھی عورتیں باتوں میں مصروف تھیں۔ چونکہ وہ ایک شاندار شادی کی تیاری کر رہی تھیں۔ اس لیے شادیوں کے قصے چھڑ گئے۔

''انہوں نے اختر کو اپنی بیٹے دینے کا وعدہ کیا تھا، جب اس کی عمر صرف دس سال تھی۔ دس۔ لیکن پچھلے سال انہوں نے محمود سے اس کی شادی کر دی۔ فضل اس کے ماں باپ کے گھر گیا اور لڑکی کے باپ کو قتل کر دیا۔ ہائے، ہائے۔ لیکن غلطی ان کی بھی تو......''

بوڑھی مشاطہ نے بدروحوں کو بھگانے کے لیے فائزہ کے پاؤں تلے نمکین پانی